

غیر منقوط ادب کی روایت: کتابتِ حدیث اور مجموعہ ہائے روایات کے تناظر میں ایک مطالعہ

Tradition of Writing without Dot & Symbols: A Study in the context of the writing of *Hadīth* and the collections of Traditions

Syed Masood ul Hassan Bukhari

M Phil, Department of Islamic Thought and Civilization, UMT, Lahore

Dr. Muhammad Nasir Mustafa

Lecturer in Arabic, University of Sargodha, Sargodha

Madiha Mumtaz

M Phil Islamic Studies, BZU, Multan

Abstract

In the Prophetic era dots and symbols were not put on Arabic phrases. Symbols are not even today are being put on Arabic books in Arab countries. Dots and symbols have been put on Qur'ānic verses in too late centuries. The Qur'ānic codices prepared in the ear of Hazrat Usmān were without dots and symbols, as the sample of Qur'ānic in the age of Prophet Muhammad (PBUH) was without dots and symbols. Even after the Hazrat Usmān people recite and listen Quran through these codices. Arabs were the experienced persons of the language and learn recitation from master reciters. So, they did not feel any difficulty in this regards. They do not commit any mistake. The Holy letter of Muhammad (PBUH) is present in real form these days, which He has written to the emperor of Egypt 'Maqooqash' which was stamped. A copy of this letter in Sīra books has been presented. It shows no dots and symbols. Similarly, the codices of

Quran prepared in the ear of Hazrat Usman are present in the world without dots and symbols. A copy of this 'Mushaf' is present in the museum of Masjid-e-Nabvi which is also dot less and symbol less.

Key Words: Dot & Symbols, tradition, *Hadith*

تمہید

انسان فنِ تحریر کا ہمیشہ سے محتاج رہا ہے، جبکہ انسانیت کے لیے پیغام لانے والے فرشتے اس فن سے مبرا رہے ہیں، اور انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی قوت عطا کی گئی ہے جس کے ذریعے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا پیغام انبیاء و رسل پر بعینہ پہنچا دیتے ہیں جیسا انہیں رب تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے۔ اس بات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ¹ اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے۔ "چنانچہ جبریل علیہ السلام بغیر کسی تحریری صورت کے انبیاء و رسل کی طرف پیغام رسانی اور الہامی پیغامات پہنچانے کا ذریعہ ہیں، لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ فرشتے انسانوں کے اعمال لکھنے پر معمور ہیں اور وہ انسانوں سے سرزد ہونے والے افعال و اعمال پر اجر اور گناہ لکھتے ہیں۔ اسی طرح انسان کی ذہنیت اور خلقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے اپنی موت کے وقت مجھے بلایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ: اكْتُبْ، فَقَالَ: مَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبِ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْأَبَدِ۔"² سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اس سے کہا کہ لکھ، اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر کو اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے، اسے لکھ۔ "چنانچہ ابتداً انسانیت نے بنیادی طور پر اسی قلم کی مرہون منت لکھنا سیکھا، اور قیامت تک اسی قلم کے ذریعے سیکھتی اور سکھاتی رہے گی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔³ جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔" دوسرے مقام پر فرمایا: ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ⁴ "ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس کی جو کچھ کہ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔" بعد ازاں اس میں جدت پیدا ہوتی گئی اور بے شمار قسم کے آلات لکھنے میں استعمال ہونے لگے۔ حافظ سید محمد اسحاق نے فنِ تحریر کی اقسام سے متعلق لکھا ہے کہ انسان کی زبانیں دو ہیں، ایک وہ جس میں الفاظ سے کام لیا جاتا ہے اور دوسری وہ جس میں چشم و ابرو یا ہاتھوں کے اشاروں سے مدد لی جاتی ہے، اس اشاری گفتگو کا استعمال چار صورتوں میں کیا جاتا ہے۔ 1۔ جب ہم بولنا نہ چاہتے ہوں یا بول نہ سکتے ہوں، اسی لیے گونگے اشاری گفتگو سے بہت زیادہ کام لیتے ہیں۔ 2۔ جب ہمارا مخاطب ہماری زبان نہ جانتا ہو اور نہ ہم اُس کی زبان جانتے ہوں۔ 3۔ حرکات و قصص جو اشاری گفتگو

کی ترقی یافتہ صورت ہیں۔ 4- جب ہم اپنے بیان کی وضاحت کے لیے بولنے کے ساتھ ساتھ چشم و ابرو اور ہاتھوں کے اشاروں سے مدد لیتے ہیں۔

زبان کی طرح فنِ تحریر کی بھی دو صورتیں ہیں ایک وہ جس میں حروف سے کام لیا جاتا ہے اور دوسری وہ جس میں تصاویر استعمال کی جاتی ہیں، انہیں پڑھا نہیں جاتا بلکہ دیکھ کر سمجھا جاتا ہے، عہدِ قدیم کا انسان حروف سے نا آشنا ہونے کے باعث محض تصاویر کے ذریعہ خیالات کا اظہار کرتا تھا اور بعض نیم مہذب اقوام میں اب بھی یہ صورت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح مضمون کی وضاحت کے لیے تصویروں سے مدد لیتے ہیں، اشتہار بازی میں مصوری سے بڑی مدد ملتی ہے اور تصویروں کے ذریعہ تعلیم (Visual Education) کا طریقہ دن بدن مقبول ہوتا جاتا ہے۔⁵ مزید لکھتے ہیں کہ زبان کی طرح فنِ تحریر بھی ایک فرضی چیز ہے، یعنی اُن آوازوں کے لیے جنہیں انسان ادا کر سکتا ہے، نشانات مقرر کر دیے گئے ہیں اور نوع انسان کے ایک خاص طبقے میں یہ چیز متفقہ طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ فلاں نشان فلاں آواز کو ظاہر کرے گا، ایسے نشانات کو حروف ہجاء یا حروفِ تہجی کہتے ہیں، انہیں پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اُن آوازوں کا اعادہ کرے جن کا مظہر ان نشانات کو قرار دیا گیا ہے، مثلاً اگر لفظ گلاب لکھ کر کسی ایسے شخص کے سامنے رکھا جائے جو ہمارے خط سے ناواقف ہے تو وہ ہر گز ان حروف کا مطلب نہ سمجھے گا لیکن جاننے والا فوراً پڑھ لے گا، اب اگر اُس نے گلاب دیکھا ہے تو مطلب بھی سمجھ جائے گا ورنہ نہیں، اس لیے اصل چیز تو گلاب ہے، اس کے بعد وہ تصویر ہے جو گلاب کو دیکھنے کے بعد ذہنِ انسانی میں مرتسم ہو جاتی ہے، تیسری چیز لفظ گلاب ہے جو انسانی دماغ کے سامنے ایک خاص پھول کی تصویر لاتا ہے اور چوتھی چیز وہ نشانات ہیں جنہیں دیکھ کر ہمیں لفظ گلاب یاد آتا ہے۔ فنِ تحریر کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ جذبات یا خیالات کے اظہار کا ایک طریقہ ہے جس کا تعلق قوتِ باصرہ سے ہے اور وہ ایک قائم رہنے والی چیز ہے، مافی الضمیر کے اظہار کے دوسرے طریقے کیا ہیں اور اُن میں فنِ تحریر کا کیا مقام ہے، اسے ذیل کے نقشے سے سمجھا جاسکتا ہے:

وقتی	دیر یا
قوتِ باصرہ سے متعلق	اشاری گفتگو، چشم و ابرو یا ہاتھوں کے ذریعہ آگ، روشنی یا دھویں کے ذریعہ پیغام رسانی
قوتِ سامعہ سے متعلق	زبان، سیٹی، سکہ، ہارن، بگل، تالی، ڈھول وغیرہ کے ذریعہ پیغام رسانی
قوتِ لامسہ	ہاتھ دبانا، ہاتھ پھیرنا، پیٹھ تھپتھپانا، چٹکی کاٹنا، بوسہ لینا وغیرہ
	اندھوں کا ابھرے ہوئے حروف یا نقوش سے مطلب کا سمجھنا ⁶

فنِ تحریر کی فضیلت

لکھنے کی اہمیت اور اس سے متعلق حد درجہ افادیت قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہوتی ہے، قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا**⁷ اُن کے اس قول کو ہم لکھ لیں گے۔ "گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے کہنے کو لکھنے کے لیے فرشتوں کو مقرر کیا جا رہا ہے، تاکہ لوگوں کا یہ کہا شمار اور حصار میں آجائے۔ اسی طرح فرمایا: **كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ**⁸ ہر گز نہیں، یہ جو بھی کہہ رہا ہے ہم اسے ضرور لکھ لیں گے۔" لوگوں کے معاملات میں آسانی اور تخفیف کا معاملہ کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے فرمایا: **فَالَّذِينَ بَشِرُوا هُنَّ وَأَبْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ**⁹ اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔ "قرض کی معیاد اور لین دین سے متعلق لکھنے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبَ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ**¹⁰ اے اہل ایمان! جب تم ایک مقررہ وقت کیلئے آپس میں ادھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور لکھنے والے کو تمہارے درمیان انصاف کا خیال رکھتے ہوئے لکھنا چاہیے: **وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ**¹¹ اور یقیناً ہم نے زبور میں نصیحتوں کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔" احترامِ انسانی سے متعلق اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا: **مَنْ أَجَلَ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ... أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا**¹² اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ بات لکھ دی کہ جو شخص کسی انسان کو "بلا عوض کسی جان کے یا زمین میں فساد کے بغیر" قتل کر دے تو گویا اُس نے سارے انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک انسان کو زندگی دی، گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دی۔" مزید فرمایا: **وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا... وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ**¹³ "اور ہم نے اُن پر تورات میں یہ بات لکھ دی تھی کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، اور دانت کے بدلے دانت ہوگا۔" **وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَابِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ**¹⁴ "اور ہم نے تورات کی تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے۔" احادیث میں نبی کریم ﷺ نے لکھنے کی فضیلت فرمائی ہے: **فَقِيدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ**¹⁵۔ علم کو تحریر کے ذریعے قلمبند کر لو۔" حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کاتب وحی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **إِذَا كَتَبْتَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَبَيْنَ السَّيْنِ فِيهِ**¹⁶ جب تم بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو تو سین کو واضح کر کے لکھو۔" نبی ﷺ کے زمانہ مبارک میں عربی عبارت پر نقطے اور اعراب لگانے کا رواج بالکل نہ تھا، آج بھی عرب ممالک میں عربی کتب پر اعراب نہیں لگائے جاتے، مصاحف پر نقطے اور اعراب لگانے کا کام تو بہت بعد کے ادوار میں انجام پایا تھا۔ مصاحف عثمانی، نقاط اور اعراب کے بغیر تھے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے مدون قرآن میں بھی نقاط تھے اور نہ ہی اعراب لگے تھے، شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے عرصہ بعد تک بھی لوگ ان مصاحف سے صحیح تلاوت لیتے اور سنتے رہے، عرب اہل زبان تھے اور ماہر قراء سے تلاوت سیکھتے تھے، اس لیے انہیں کوئی ایسی مشکل پیش نہ آئی کہ وہ اعرابی غلطیاں کرتے، آج دنیا میں نبی ﷺ کا وہ نامہ مبارک اصلی حالت میں موجود ہے جو آپ ﷺ نے شاہ

مصر مقوقش کو لکھا تھا، جو مہر شدہ تھا، اس کی نقل اب سیرت کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے اس نامہ مبارک کی عبارت پر بھی نہ تو اعراب لگے ہوئے ہیں اور نہ نقطے۔ اسی طرح آج امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے تیار کردہ کچھ مصاحف دنیا میں موجود ہیں اور ان پر نہ نقطے ہیں اور نہ اعراب، اسی مصحف عثمانی کی ایک فوٹو کاپی مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کے کتب خانے میں موجود ہے، اس میں اعراب اور نقطے موجود نہیں ہیں۔

تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید پر سب سے پہلے ابو الاسود الدؤلی نے اعراب لگائے، ابو الاسود کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، کچھ نے کہا کہ پہلے نقطے اور اعراب لگانے والوں میں یحییٰ بن یعمر کا نام آتا ہے، کچھ نے یحییٰ بن یعمر کے نام سے بھی اختلاف کیا اور کہا کہ علی نصر بن عاصم اللیشی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید پر نقطوں اور اعراب کا التزام کروایا، اختلاف کے باوجود مورخین اس بات پر قائل ہیں کہ قرآن مجید پر اعراب اور نقطے ابو الاسود نے لگائے، جس کا پس منظر امام ابو عمر عثمان بن سعید الدانی نے یوں بیان کیا ہے کہ ابو الاسود نے ایک مرتبہ ایک قاری سے سنا: اَنَّ اللّٰهَ بَرِيٌّ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهُ¹⁷، فاستعظم ذلك أبو الأسود، وقال: عزوجه الله أن يبرأ من رسوله۔ ثم رجع من فورہ الى زياد، فقال: يا هذا، قد أجبته الى ما سألت، ورأيت أن أبدأ بأعراب القرآن، فابعث الى ثلاثين رجلاً، فأحضرهم زياد، فاختار منهم أبو الأسود عشرة، ثم لم يزل يختار منهم، حتى اختار رجلاً من عبد القيس، فقال: خذ المصحف وصبغاً يخالف لون المداد، فاذا فتحت شفتي فانقط واحدة فوق الحروف، وذا ضمنتها فاجعل النقطة الى جانب الحرف، واذا كسرتهما فاجعل النقطة في أسفله، فان أتبعته شيئاً من هذه الحركات غنة فانقط نقطتين۔¹⁸

جو یہ تلاوت کر رہا ہے تھا کہ جو مذکورہ آیت کو {وَرَسُوْلُهُ} کی بجائے {وَرَسُوْلِهِ} یعنی پیش کوزیر سے پڑھ رہا تھا، جس سے معنی بدل جاتا ہے، ابو الاسود کو اس قراءت پر دکھ ہوا اور کہا خدا کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے رسول اللہ ﷺ سے بیزار ہو، چنانچہ ابو الاسود نے بالآخر قبیلہ عبد القیس کے ایک شخص کا انتخاب کیا اور اس سے کہا جب تم مجھے دیکھو کہ میں اپنے ہونٹ کسی حرف کے لیے اوپر کی جانب کھولتا ہوں تو اس حرف کے اوپر ایک نقطہ لگا دو اور اگر میں نے دونوں ہونٹوں کو باہم ملا دیا ہے تو پھر حرف کے آگے نقطہ لگا دو، اگر میں نے نیچے کی طرف اسے موڑا ہے تو اس کے نیچے نقطہ لگا دو، اس طرح وہ اس کام کو مکمل کرنے کے بعد زیاد کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے حکم کی تعمیل کر دی۔ اسی طرح معجم علوم القرآن میں ابراہیم محمد الجرمی نے عجمیوں کے لیے نقطے لگانے سے متعلق ذکر کیا ہے: هو النقط الذي يدل على ذوات الحروف، ويميز معجمها من مهملها، كالنقطة تحت الجيم ميّزتها من الحاء، والنقطتان فوق ت ميّزتها من ث وبكذا۔ وكان هذا النقط بلون مداد المصحف، ليميز من نقط الإعراب الذي وضعه أبو الأسود۔¹⁹ چنانچہ نقطے بنیادی سبب ہیں، مہمل انداز سے اجتناب کرنے کیلئے، جیسا کہ 'ج' کا نقطہ 'ح' سے منفرد ہے، اسی طرح 'ت' اور 'ث' میں نقطوں کی وجہ سے ہی تمیز کی جاسکتی ہے، اور یہ کام ابو الاسود نے انجام دیا۔ علامہ بدر

الدین زرکشی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”البرہان فی علوم القرآن“ میں ابو الاسود کو ہی نقطے اور اعراب لگانے والا پہلا شخص کہا ہے۔²⁰

اوپر ذکر کردہ وضاحت کے مطابق قرآن مجید کے نزول کے وقت اس کے الفاظ معراء تھے، اور یہ غیر منقوط حالت میں تھا، جس کی بنیادی وجہ اہل عرب عربی زبان کو سمجھنا اور اس پر مکمل عبور تھا، چنانچہ اسلام عرب سے عجم میں پھیلنے کے دوران اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جانے لگی کہ قرآن مجید کے فہم میں دقت کے باعث اس پر اعراب لگنے چاہئیں، اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اس کا پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے: ”قرآن مجید پر نقطے: اسلام سے قبل عرب میں حروف پر نقطے ڈالنے کا رواج نہ تھا اور اہل عرب اپنی فطرت و ذہانت کی بنا پر الفاظ کو بالکل صحیح پڑھتے تھے، جب اسلام پھیل گیا اور عرب سے باہر کے علاقوں میں پہنچا تو عرب و عجم کے اختلاط سے الفاظ میں خطا و تصحیف کا اندیشہ پیدا ہونے لگا، اب اہل علم عرب ایسی علامت وضع کرنے اور نقاط کے اختراع پر مجبور ہوئے، جو بالخصوص عجمی مسلمانوں کو الفاظ کی غلطیوں سے محفوظ رکھنے کا باعث بن سکے۔ قرآن مجید پر اعراب لگانے کے حوالے سے ابو الاسود نے ذمہ لیا، لیکن اس کے اس عزم پر لوگ معترض ہوئے اور کہا کہ قرآن مجید کے حروف پر نقطے ڈالنے کا کام جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نہیں کیا، تو آپ کیوں کر رہے ہیں، انہیں سمجھایا گیا کہ اس کا مقصد صرف ’دال‘ کو ’ذال‘ سے، ’ب‘ کو ’ت‘ اور ’ث‘ سے، ’صاد‘ کو ’ضاد‘ سے اور ’عین‘ کو ’غین‘ سے ممیز کرنا ہے اور یہ واضح کرنا ہے کہ کون کون سے حروف نقطے والے ہیں اور کون کون سے نقطے سے خالی ہیں اور کس حرف پر کتنے نقطے ہیں تاکہ ان لوگوں کے لیے مختلف حروف کے درمیان امتیاز کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے، جو عجم سے تعلق رکھتے ہیں، یا زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں، اس سے لوگوں کو کچھ اطمینان ہوا اور یہ غلط فہمی دور ہوئی کہ یہ قرآن مجید میں تحریف ہے بلکہ انہیں اس کا احساس ہوا کہ یہ قرآن مجید کی حفاظت کی ایک موثر شکل ہے، اب حروف پر نقطے ڈالنے کا کام شروع ہوا۔“²¹ تحریروں کو موثر اور دیر پا رکھنے کے لیے انسان نے قلم کا سہارا لیا، پھر انہی تحریروں سے بے شمار اصناف نے جنم لیا، جن میں ایک صنف غیر منقوط تحریر بھی ہے، جسے عام تحریر میں ایک منفرد اور امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

غیر منقوط ادب

عربی زبان اردو کی اصل ہے، اس لیے جو حروف تہجی عربی میں استعمال ہوتے ہیں، وہی حروف معمولی اختلاف کے ساتھ اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں، اور ان کی ادائیگی اور تلفظ کا طریقہ بھی معمولی اختلاف کے ساتھ ایک جیسا ہی ہے، عربی کے منقوط اور غیر منقوط حروف حسب ذیل ہیں:

منقوط حروف: ب، ت، ث، ج، خ، ذ، ز، ش، ض، ظ، غ، ف، ق، ن

غیر منقوط حروف: ا، ح، د، ر، س، ص، ط، ع، ک، ل، م، و، ہ، ی

منقوٹ حروف: ب، پ، ت، ث، ج، چ، ذ، ز، ش، ض، ظ، غ، ف، ق، ل، ی
غیر منقوٹ حروف: ا، اٹ، ح، د، ڈ، ر، ر، س، ص، ط، ع، ک، گ، ل، م، و، ہ، ی

غیر منقوط اردو اور عربی ادب کی صنعتوں میں سے ایک صنعت ہے، جس میں کوشش بسیار اور جستجو کے بعد ایسے الفاظ اور حروف کا چناؤ کیا جاتا ہے جو نقطوں سے معری ہوں، ایسی صنعت کو صنعت عاقلہ، مہملہ اور غیر منقوط کہتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی مشکل اور سنگلاخ صنعت ہے، ادبا کے ہاں اس کی خال خال ہی مثالیں ملتی ہیں۔ کیونکہ یہ ایک مشکل کام ہے کہ اپنے فقرے اور جملے کو صحیح اور قابلِ فہم انداز میں لوگوں تک منتقل کیا جائے، جس سے سمجھنے والا آسانی سے سمجھ جائے کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یعنی غیر منقوط تحریر باقاعدہ اور قدیمی طور پر ایک صنعت کی صورت میں صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ جب تک عربی زبان بغیر نقطوں کے لکھی جاتی رہی، اس وقت تک منقوط اور غیر منقوط کلام کا کوئی تصور نہیں تھا، لیکن تقیہ کے بعد منقوط اور غیر منقوط اصناف نے جنم لیا، نثر، نظم، شعر گوئی اور دیگر اصناف میں ان دونوں میں تمیز کی جانے لگی، اس ادبی صنعت کو اختیار کرتے ہوئے بعض حضرات نے نبی مکرم ﷺ کی سیرت بیان کی اور کچھ لوگوں نے اس ادبی صنعت کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر، سیرت مطہرہ، علم فقہ، تراجم و تفاسیر، خلفاء راشدین کی سوانحی

کتب، مرثیے وغیرہ لکھے ہیں۔ گویا تحریروں نے منقوط اور غیر منقوط میں نہ صرف تمیز کی بلکہ ان کو بڑھاوا بھی دیا۔ نبی کریم ﷺ کے مکتوبات جو آپ نے سلاطین اور امراء کو لکھے، وہ غیر منقوط اور اصل حالت میں آج بھی سعودی عرب اور استنبول (ترکی) میں موجود ہیں۔ یہ اس بات کا یقین ثبوت ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں تحریریں غیر منقوط لکھی جاتی تھیں۔

اردو زبان کی اصل اور ماخذ عربی زبان ہے، لیکن عربی خط کے متعلق قدیم علمائے جدید محققین اور مستشرقین کے درمیان بڑے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس زبان سے متعلق مختلف نظریات پائے جاتے رہے ہیں، اور مختلف آراء کی وجہ سے یہ سمجھنے میں دقت ہوئی کہ عربی خط کس طرح سرزمین عرب تک پہنچا، اس حوالے سے تین طرح کے نظریات پائے جاتے ہیں، ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے اپنی مشہور کتاب ”تاریخ الخط العربی“ میں ان نظریات کو اس طرح بیان کیا ہے: 1- هل تأثر الخط العربی بالسریانیة؟ 2- أو هل انتقل من الانبار الی الحیرة ثم الی الحجاز؟ 3- أو هل اقتطع من المسند الحمیری؟²² کیا عربی خط سریانی سے ماخوذ ہے؟ یہ خط انبار سے حیرہ اور پھر وہاں سے مکہ پہنچا ہے؟ کیا یہ خط مسند حمیری سے مشتق ہے؟ پروفیسر سید محمد سلیم نے ’تاریخ خط و خطاطین‘ میں لکھا ہے کہ: ”عربی خط حیرہ سے دوسرے الجندل آیا، وہاں سے حرب بن امیہ کے ذریعے مکہ میں داخل ہوا، اس بیان کو آثار کی تائید حاصل نہیں ہے، حیرہ کے علاقے میں آج تک عربی زبان کا کوئی کتبہ نہیں ملا ہے، بہر کیف اتنی بات یقینی ہے کہ عربی خط مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل داخل ہو چکا تھا۔ ۱۹-۷۱ افراد وہاں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔“²³

غیر منقوط احادیث کی چند مثالیں

اس بات پر تمام مورخین و محدثین کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں عربی کی جو شکل موجود تھی، وہ معری انداز میں لکھی جاتی تھی اور ’بدون نقط‘ ہی اسے پڑھا اور سمجھا جاتا تھا۔ اس بات کا اظہار محدثین نے اپنی کتابوں میں کیا ہے، ذیل میں چند ایک احادیث کی روشنی میں درج کیا جا رہا ہے کہ کس قدر محدثین کو ’بدون نقط‘ عبارت پڑھنے اور سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی رہی اور کس طرح وہ اس بات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔

پہلی مثال

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسند احمد میں حدیث نقل کی ہے: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمَدِينَةِ، فَتَقَدَّمَ رِجَالٌ فَنَحَرُوا، وَظَنُّوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَحَرَ، فَأَمَرَ مَنْ كَانَ قَدْ نَحَرَ قَبْلَهُ أَنْ يُعْبِدَ بِنَحْرٍ آخَرَ، وَلَا يَنْحَرُوا حَتَّى يَنْحَرَ النَّبِيُّ ﷺ۔“²⁴

ينحَر آخَرَ، بالياء التحتية، بدون نقط²⁵

نقطے نہ ہونے کی وجہ سے 'بخر' کو 'یا' کے ساتھ 'بخر' پڑھا گیا۔ یہ اشتباہ محدثین کو نقطے نہ ہونے کی وجہ سے ہوا، اور جو مسودہ جات اُن تک کتابی صورت میں پہنچے، وہ اسی حالت میں تھے جس میں عرب نقطوں کے بغیر عبارت لکھے اور پڑھتے تھے۔

دوسری مثال

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ: سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ يُطَارِدُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ يُرِيدُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا، قَالَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ: ثُبَيْتَةُ*²⁶
 أثبتت في بدون نقط، وفي هامشها: ثُبَيْتَةُ، وفي بُثَيْنَةَ، وبى ثبينة بنت الضحاک أخت أبى جبيرة وثابت ابى الضحاک، وقيل في اسمها أيضاً: نبيته، بالنون، وذكرها ابن حجر في "الإصابة"²⁷۔
 یعنی اصل عبارت میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ نام کو 'ثبیت' اور 'ہامش' میں اسے 'ثُبَيْتَةُ' اور 'بُثَيْنَةَ' لکھا گیا اور کہا گیا کہ یہ 'ثبیتہ' ضحاک کی بیٹی جبکہ جبیرہ اور ثابت کی بہن ہیں، جبکہ امام حجر نے اپنی کتاب 'الإصابة' میں اسے 'ن' کے ساتھ 'نبيته' نقل کیا ہے۔

تیسری مثال

امام ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں حدیث نقل کی ہے: عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَلِمًا كَانَتْ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ذَارَ قَوْمٌ مُؤْمِنِينَ وَأَتَانَا وَإِيَّاكُمْ * مَا تُوْعَدُونَ"²⁸۔
 ☆ "وَأَنَا وَالْأَكْم" بدون نقط، فتقرأ: "وَأَتَانَا وَإِيَّاكُمْ"، وتقرأ: "وَأَتَانَا وَأَتَاكُمْ" وكلاهما صواب، ولفظ مسلم والبيهقي: "وَأَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُونَ"، ولفظ النسائي: "وَأَنَا وَإِيَّاكُمْ متواعدون"²⁹۔
 عبارت میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے اسے "وَأَتَانَا وَإِيَّاكُمْ" اور "وَأَتَانَا وَأَتَاكُمْ" پڑھا گیا، جبکہ دونوں کا مطلب ٹھیک ہے، اسی طرح امام مسلم اور امام بیہقی کے الفاظ اس حدیث کو نقل کرنے میں "وَأَتَاكُمْ متواعدون" کے ہیں جبکہ امام نسائی نے "وَأَنَا وَإِيَّاكُمْ متواعدون" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

چوتھی مثال

امام محمد بن عبد الرحمن زکریا بغدادی نے "المخلصات وجزاء اخرى لابى طاهر المخلص" میں حدیث نقل کی ہے: سَمِعْنَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمْتِي رَجُلٌ يَرْكَبُونَ عَلَى سُورٍ كَأَشْبَاهِ الرِّحَالِ * يَنْزِلُونَ عَلَى أَبْوَابِ الْمَسَاجِدِ"³⁰۔

☆ ہکذا فی بدون نقط أو علامات إهمال، ويظهر أنها كانت في الأصل: الرجال، ثم ضرب على نقطة الجيم بـ³¹ اصل عبارت میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے اسے 'الرجال' پڑھا گیا، لیکن ظاہر اور اصل میں یہ لفظ

’الرجال‘ ہے، بعد میں کتابت کے ذریعے ’ح‘ کے نیچے نقطہ لگا کر اسے ’جیم‘ بنادیا گیا۔ علامہ البانی نے ”سلسلۃ الصحیحۃ“ میں اس حدیث کو ’الرجال‘ کے ساتھ ہی درج کیا ہے: سیکون فی آخر أمتی رجال یرکبون علی سروج كأشباه الرجال۔³²

پانچویں مثال دیکھیے:

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں علامہ زین الدین بغدادی دمشقی نے ایک محدث سے متعلق نقل کیا ہے: روی عن مجاہد وأبی روق والضحاك، وعن الحسن والقرظی * قال: خلقتك حسنة۔³³

☆ فی ’ف‘ بدون نقطہ، والصواب ما أئمتناہ، وهو: محمد بن کعب بن سلیم، وقال الذہبی فی ’السیر‘ کان من أئمة النفسير۔³⁴ نقطے نہ ہونے کی وجہ سے ’ق‘ کو ’ف‘ پڑھا گیا۔

چھٹی مثال

امام ابن ابی حاتم نے ”العلل لابن ابی حاتم“ میں حدیث نقل کی ہے: سألت أبا الوليد الطيالسي، عن حدیث مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ بْنِ الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ (ﷺ): قَالَ: رَحِمَ اللَّهُ مَنْ صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا؟ فَقَالَ: دَعُ ذِي *۔³⁵

☆ ”ذی“ دون نقط الیاء، وبی ضمن السقط الواقع فی، وستأتی الإشارة إلیه، و”ذی“ اسم إشارة للمؤنث، والمراد دع هذه الرواية و”ذی“ بدون نقط: تَحْتَمِلُ أَنْ تَكُونَ إِشَارَةً لِلْمُؤنَّث: ”ذی“، وتَحْتَمِلُ أَنْ تَكُونَ إِشَارَةً لِلْمَذْكَر، وأصلها: ”ذا“۔³⁶ ”ذی“ بغیر نقطوں کے جو اسم اشارہ ہے مونث کے لیے، اور اس سے یہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے کہ اس روایت کو چھوڑ دو، جس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مونث کی طرف اشارہ ہے، اور کبھی یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ مذکر کی طرف اشارہ ہے، جبکہ اصل میں لفظ ”ذا“ ہے۔ نقطے نہ ہونے کی وجہ سے اشتباہ کا احتمال پیدا ہوا۔

ساتویں مثال

محدثین کو حدیث نقل کرتے ہوئے بعض اوقات غیر منقوٰط حروف کی وجہ سے روایت بیان کرنے والے کے متعلق بھی اشتباہ پیدا ہوتا رہا ہے، جس کی ایک مثال ’الرسالۃ للشافعی‘ میں امام شافعی نے یوں بیان کی ہے: وأبو المرجا سالم بن تمام بن عنان العرضی، وابنه عبد الله، وعبد الرحمن الیونسی بن یونس بن إبرهیم، وآباء عبد الله: محمد بن یوسف بن أحمد النحانی *۔³⁷

☆ بكذا بدون نقط، ولم أعرف من هو۔³⁸

امام شافعی فرماتے ہیں کہ غیر منقوط ہونے کی وجہ سے ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے مراد کون راوی ہیں۔ الرسالہ کے مقدمہ میں ایک اور شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں: من (باب الصنف الذی یبین سیاقہ معناه) إلی آخر الکتاب، وکذلک علی حسن بن الوزان، وغرس الدین خلیل بن الشهاب أحمد بن مطاس*۔³⁹

☆ ہکذا فی السماع بدون نقط، ولم أعرف من ہو؟⁴⁰
نقطے نہ ہونے کی وجہ سے ہم نہیں جانتے کہ اس سے مراد روایت کرنے والی کون سی شخصیت ہے۔

آٹھویں مثال

احمد ابن تیمیہ نے ”المسودة فی أصول الفقه“ میں امام شافعی اور ان کے ساتھیوں کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: وحکی أبو الخطاب عن قوم القول بالتنزیہ ولم یسمم وبلغ الشافعی فی انکار ذلک ذکرہ الجوبنی فی مسألتہ مفردة فی التأویلات واختار الجوبنی الجزم*۔⁴¹

☆ فی ابواب جمیعاً ”الحرم“ بدون نقط وصوابہ ما ذکرنا۔⁴²
پہلے نسخوں میں ”الجزم“ کو ”الحرم“ لکھا جاتا رہا ہے، اور صحیح یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

نویں مثال

امام ابن رجب نے ”فتح الباری شرح صحیح البخاری“ میں حدیث نقل کی ہے: عن مخول البهزی سمع النبی ﷺ یقول: سیأتی علی الناس زمان فیہ غنم بین السجدةین* تأکل من‘۔⁴³
اصل عبارت میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے ”السجدةین“ پڑھا اور لکھا گیا، جبکہ مسند ابی یعلیٰ میں نقل کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: سیأتی علی الناس زمان، خیر المال فیہ غنم بین السجدةین۔⁴⁴ امام ابو یعلیٰ نے ”السجدةین“ کو ”مسجدین“ نقل کیا ہے۔

دسویں مثال

امام محمد بن اسماعیل البخاری نے ”تاریخ کبیر“ میں حدیث نقل کی ہے: عن اسامة علی، قال لی النبی ﷺ: عَلَیْکَ بِکِتَابِ اللّٰهِ، وَیُقَالُ عَنْ عَطَائِیَ الْخَفَّافِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ أَبِي عَطَائٍ قَالَ لِي مَسْلَمَةُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِکِ، يَا أُسَامَةُ*۔⁴⁵

☆ قط ”حدثنا اسامة“ کأن حرف النداء وقع فی النسخة بدون نقط فتوهمه الناسخ ”نا“ الیٰ ہی اختصار حدثنا، واللہ اعلم۔⁴⁶
عبارت بدون نقط ہونے کی وجہ سے ”نا اسامة“ کو ”یا اسامة“ لکھا گیا، عبارت میں ”نا“ کے الفاظ ہونے چاہئیں جو لفظ ”حدثنا“ کا اختصار ہے۔

(2) اسی طرح ”تاریخ جرجان“ میں ابو القاسم جرجانی نے حدیث نقل کی ہے، جس کی عبارت یہ ہے: قَالَ البردیحی اسمه عَبْدُ الحمید بن عَصَامٍ ثقةٌ یحجب* حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ

بلال ابی عمیر عن بن عَبَّاس قَالَ خطبنا عَلِیُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: خیر بذه الأمة بعد نبیها أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عَمَّرَ۔⁴⁷

☆ کذا فی الأصل بدون نقط الحرف الأول، ولعله ”عجب“۔⁴⁸

اصل میں ”یحجب“ میں ”ی“ نقطوں کے بغیر ہے اور لفظ ”عجب“ کے ہیں۔

(3) اسی طرح تاریخ دمشق لابن عساکر میں ایک محدث کا نام ’ابو البداح‘ ”نا محمد بن عایذ أنبأنا الولید بن مسلم عن عبد اللہ بن یزید عن ابی البداح*“۔⁴⁹ نقل کیا گیا ہے، جبکہ اس کی وضاحت میں ’ابن عساکر‘ نے لکھا ہے: ”بالأصل بدون نقط ”الداح“ والمثبت والضبط عن تقریب التهذیب یقال: اسمہ عدی ویقال کتتیه أبو عمرو وأبو البداح لقب“⁵⁰ اصل میں یہ لفظ ”الداح“ ہے، اور لفظ ’ب‘ کے بغیر ہے، جبکہ تقریب التهذیب میں اس کا نام عدی، کنیت ابو عمرو اور ابو البداح ہی اس کا لقب لکھا گیا ہے۔ دور نبوی اور صحابہ کے چند نمونے آج بھی ہمیں اوراق اور پتھروں پر کندہ کاری کی صورت میں ملتے ہیں۔ چند خطوط النبوی کا تذکرہ کچھلی فصل میں کیا، اس فصل میں صحابہ کرام کے دور کے نمونے اور تحریر سے متعلق روایات پیش کی جا رہی ہیں۔

صلاح الدین منجد نے اپنی کتاب ’دراسات فی تاریخ الخط العربی‘ میں درج ذیل تحریر کا تذکرہ کیا ہے:

”اما ما وجد علی الحجر فکتابات من نوع ((غرافیت)) کشفها محمد حمید اللہ فی جبل سلع، بجوار المدینة، ترجع الی اوائل الاسلام، وهو یعتقد انها من ایام غزوة الخندق، أی فی السنة الرابعة للهجرة كما حقق ابن حزم، والکتابة الأولى مسرد لاسماء کثیرة منها ((انا علی بن ابو طالب))“۔⁵¹ مدینہ منورہ کے قریب سلع پہاڑ کے نزدیک دو کتبوں کا تذکرہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے کیا ہے، جن کا شمار اسلام کے اوائل دور میں ہوتا ہے۔ اور ان کا یقین ہے کہ یہ غزوہ خندق کے ایام کا دور ہے، جبکہ ابھی سن ہجری کا آغاز نہیں ہوا تھا، جس پر علی بن ابی طالب کا نام کندہ ہے، جبکہ دوسرے کتبے پر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام کندہ ہیں، سلع پہاڑ جو مدینہ منورہ کے قریب ہے، اس پر حضرت عمر اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے نام واضح طور پر پڑھے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ”Islamic Culture“ میں مذکورہ کتبے سے متعلق لکھا ہے:

Near the summit, of which I have just spoken, there is a big rock in the shape of capital letter L. The lower part or the base presents a big couch on which a dozen of people can easily sit and take rest. The perpendicular part of the rock bears on the right hand an inscription of 4 lines, which I have read as follow:

امسى واصح عمر وابو بکر یوبان الی اللہ من کل ما یکره

⁵² "Its dimensions are 28 1/2 inches broad and 21 inches high".

ابن الندیم نے 'الفرست' میں مکی اور مدنی خطوط کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: قال محمد بن اسحاق فأول الخطوط العربية الخط المکی وبعده المدنی ثم البصری ثم الکوفی فأما المکی والمدنی ففی ألفاته تعویج الی یمنة الید وأعلا الأصابع وفی شکله انضجاع یسیر وهذا مثاله۔⁵³ ابن الندیم نے محمد بن اسحاق کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سب سے پہلے عربی خطوط میں خط مکی ہے، اس کے بعد خط مدنی ہے، پھر بصری اور کوفی ہے، لیکن مکی اور مدنی خطوط کی خصوصیات اس طرح بیان کی ہیں کہ اس میں الف کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اوپری حصہ شاخ دار ہے، الف کا زیریں حصہ دائیں طرف مڑا ہوا ہے۔ تحریر سادہ ہے کسی قسم کی بناوٹ اور تکلف سے کام نہیں لیا گیا، لیکن تحریر کی سطریں سیدھی نہیں ہیں بلکہ ان میں ہلکا سا ترچھاپن ظاہر ہوتا ہے۔

خلاصہ بحث

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظوں پر نقطے اور حرکات نہ ہونے کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں حروف پر نقطے اور اعراب نہیں ہوتے تھے۔ بعد کے زمانوں میں بھی قرآنی الفاظ نقطوں اور حرکات کے بغیر لکھے جاتے تھے۔ حضرت عثمان کے زمانے جو مصحف قرآنی تیار ہوا اس پر بھی نقطے اور حرکات نہیں تھیں۔ یہ چیزیں بہت بعد میں سامنے آئیں جوں جوں عربی نسلیں اور قومیں جزیرہ ہائے عرب میں پھیلتی گئیں، اور ان کا دائرہ کار دیگر ممالک تک پھیل گیا، اس کے ساتھ ساتھ عربی خط بھی ارتقائی منازل طے کرتا رہا، اور تغیر کے دائمی اصولوں کے مطابق اس میں تبدیلیاں بھی ہوتی رہیں، کوئی بھی زبان جب اپنا ارتقائی سفر کرتی ہے تو وہ تہذیبوں اور سماجی رویوں کا اثر قبول کرتی ہے، جس کے نتیجے میں تبدیلیاں رونما ہونا امر واقع ہوتا ہے۔ کتب احادیث میں اس طرح کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید پر تابعین اور تابع تابعین کے دور سے نقاط لگنا شروع ہو گئے تھے، لیکن عربی عبارت اور خصوصاً حدیث کی تحریر میں نقطوں کا استعمال نہیں ہوتا رہا، جس کی وجہ سے متقدمین اور متاخرین محدثین کرام کے ہاں یہ شبہ پایا جاتا تھا کہ آیا یہ لفظ اپنی اصلی حالت میں کس طرح تھا، اور نقطوں کی ترتیب کس اعتبار سے لگائی جائے، جیسا کہ اوپر ذکر کردہ کئی مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

References

1 Al-Najm 53: 5.

2 Abū 'Esā Muhammad Ibn 'Esā Ibn Mūsā Ibn Ḍḥāk, *Al-Sunan*, Kitāb al-qadr, Bāb 'Izām amr al-Eimān bi al-qadr.

3 Al-Alaq 96: 4.

4 Al-Qalam 68: 4.

5 Muhammad Ishāq Şidīqī, *Fan-i-Tehrīr kī Tārīkh* (‘alī Ghar: Anjman tarqī-e- Urdū Hind, 1983AD), 5.

6 Şidīqī, *Fan tehrīr kī tārīkh*, 3.

7 Al-‘imrān 3: 181

8 Maryam 19: 79.

9 Al-Baqrah 2: 187

10 Al-Baqrah 2: 282.

11 Al-Anbiyā‘ 21: 105.

12 Al-Mā’ida 5: 32.

13 Al-Mā’ida 5: 45.

14 Al-a‘rāf 7: 145.

15 Abū Abdullāh Al-Ḥākam Ibn Muhammad Ibn Abdullāh Ibn Muhammad Ibn Al-Bīe‘, *Al-Mustadrak a‘la al-Ṣaḥīḥain* (Beirūt: Dār al-kutub al-‘Imyyah, 1990AD), Ḥadīth: 359.

16 Ḥafiz Imād al-Dīn Ibn Kathīr, *Al-Badāyāh Wa al-Nihāyāh* (Beirūt: Dār al-Fikr, 1986AD), 10: 195.

17 Al-Tawba 3: 9.

18 ‘Uthmān Ibn Sa‘īd Ibn ‘Umar al-Dānī, *Al-Muḥkam Nuqat Al-Muṣāḥaf* (Beirūt: Dār Al-Fikr, 1407 AH), 12.

19 Ibrāhīm Muhammad Al-Jarmī, *M‘ujam ‘Ulūm al-Quran* (Dimashq: Dār al-Qalam 2001 AD), 294.

20 Abū ‘Abdullāh Badar al-Dīn Al-Zarkashī, *Al-Burhān fī ‘ulūm al-Qurān* (Qāhirah: Maktba Dār al-turāth, 1957), 1: 250.

21 Punjab University, *Urdū Dāirah Ma‘ārif Islāmiyya*, Dānash Gāh-i-Punjab University (Lahore: 2004), 16: 357.

- 22 Dr. Ṣalāḥ al-Dīn Al-Munajjad, *Darāsāt Fī tarīkh al-khaṭ al-‘arbī* (Beirūt: Dār al-kitāb al-jadīd, 2004 AD), 12.
- 23 Prof. Sayad Muhammad Salīm, *Tārīkh Khaṭ wa Khṭātīn* (Karachi: Zawar Accadmy Publisher, 2001 AD), 52.
- 24 Abū ‘Abdullāh Aḥmad Muhammad Ibn Al-Shaibānī, *Musnad al-Imām Aḥmad Ibn Ḥanbal*, Musnad Jābar Ibn ‘Abdullāh (Beirūt: Mu’assasah al-Risālah, 2001 AD), 22: 34.
- 25 Ḥanbal, *Musnad al-Imām Aḥmad Ibn Ḥanbal*, 22: 34.
- 26 Ḥanbal, *Musnad al-Imām Aḥmad Ibn Ḥanbal*, 29: 492.
- 27 Ḥanbal, *Musnad al-Imām Aḥmad Ibn Ḥanbal*, 29: 493.
- 28 Muhammad Ibn Ḥabān Ibn Abū Ḥātam, *Ṣaḥīḥ Ibn Ḥaibbān* (Beirūt: Mu’assasah al-Risālah, 1988 AD), 7: 444.
- 29 Ibn Ḥabān, *Ṣaḥīḥ iban Ḥabān*, 7: 444.
- 30 Muhammad Ibn ‘Abdul Raḥmān Ibn ‘Abbās Zakriyya al-Baghdādī, *Al-Mukhlṣiāt wa A’jzā akhrā li abī Ṭāhir Al-Mukhlṣ* (Qaṭar: wzārt al-Aawqāf wa al-sha’ūn al-Islāmiyyah, 2008 AD), 2: 54.
- 31 Al-Baghdādī, *Al-Mukhlṣiāt wa A’jzā akhrā li abī Ṭāhir Al-Mukhlṣ*, 2: 54.
- 32 Nāsir Al-Dīn al-Bānī, *Silslah al-Aḥādīth al-Ṣaḥīḥiā wa shai min fiqhīhā wa fawāidihā* (Al-Riādh: Maktbah al-mu‘araf lilnashar wa al-tuzī, 1995 AD), 6: 411.
- 33 Zain al-Dīn ‘Abdul Raḥmān Aḥmad Ibn Rajab al-Baghdādī, *Fath al-Bārī sharḥ al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Qāhirah: Maktbah Tehqīq Dār Al-Ḥarmain, 1996 AD), 1: 100.
- 34 Al-Baghdādī, *Fath al-Bārī sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 1: 100.
- 35 Shamas al-Dīn Muhammad Ibn Aḥmad Al-Ḥanblī, *Ta’līqah ‘ala al-‘ilal li Ibn abī Ḥātam* (Al-Riyādh: Adhwā Al-Salaf, 2003 AD), 2: 215.
- 36 Al-Ḥanblī, *Ta’līqah ‘ala al-‘ilal li Ibn abī Ḥātam*, 2: 215.

- 37 Abū ‘Abdullāh, Muhammad Ibn Adrīs al-Shāf‘ī, *Al-Risālah li-Shāf‘ī* (Egypt: Maktbah ‘ Al-Halbī, 1940 AD), 57.
- 38 Al-S Shāf‘ī, *Al-Risālah*, 57.
- 39 Al- Shāf‘ī, *Al-Risālah*, 83.
- 40 Al- Shāf‘ī, *Al-Risālah*, 83.
- 41 Majd Al-Dīn ‘Abdul Salām Ibn Taimiyyah‘, *Al-masawdah ‘ Fī Usūl Al-Fiqh* (Beirut: Dār Al-kutub Al-Arbī, 1999 AD), 1: 81.
- 42 Ibn Taimiyyah‘, *Al-masawdah ‘ Fī usūl Al-Fiqh*, 1: 81.
- 43 Al-Baghdādī, *Fath al-Bārī sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 1: 107.
- 44 Abū Ya‘lā Aḥmad Ibn ‘Alī Al-Mūsli, *Musnad Abī Yalā* (Dimisaq: Dār Al-Māmūn lil-Turāth, 1984 AD), 3: 137.
- 45 Abū ‘Abdullah Muhammad Ibn Ismā‘īl Al-Bukhārī, *Tārīkh al-Kabīr* (Haidar Ābād Dakan: Dāriah‘ Muāraf Uthmāniyah‘, 1993 AD), 2: 22.
- 46 Al-Bukhārī, *Tārīkh Al-Kabīr*, 2: 22.
- 47 Abū al-Qāsim Ḥamzah‘ Ibn Yūsuf Al-Jurjānī, *Tārīkh Jurjān* (Beirut: ‘Aālam al-kutub, 1999AD), 1: 251.
- 48 Al-Jurjānī, *Tārīkh Jurjān*, 1: 251.
- 49 Abū Al-Qāsim ‘Alī Bin Al-Ḥasan Bi Ibn ‘Asākar, *Tārīkh al-Dimashq*(Beirut: Dār al-Fikr, 1995 AD), 1: 48.
- 50 ‘Asākar, *Tārīkh al-Dimashq*, 1: 48.
- 51 Al-Munajjad, *Darāsāt Fī tāriḥ al-khaṭ al-‘arbī*, 29.
- 52 Dr. Hamīdullāh, "Islamic Culture", Vol: XIII, January-1939, Hyderabad- Deccan, 43.
- 53 Muhammad Ibn Ishāq al-Nadīm, *Al-Fehrist li Ibn al-Nadīm* (Beirut: Dār Ihayāh: al-turath al-‘arbī, 1998 AD), 4.